انسانی اخلاقی اقدار اور فکرِاقبال

ڈاکٹر صنم شاکر

ABSTRACT:

According to Iqbal, it is the bounden duty of an individual to be always conscious, vigilant and efficient, ever ready, up and doing. He should every day, rather every hour, assess his behavior, action and the quantum of achievement. Life is not for rest or for pleasure. It is for achievement. Man's pace of progress as a human being, who feels his responsibility to his own self, to his family and his society and to God in the best manner possible slowly and slowly, builds himself into a great man. Such great men are the real wealth of a nation. Not wealth but only men can make a nation great and strong.

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا (۱)

اس شعر میں موجود اشیا کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اشیا تو اللہ نے پیدا کی ہیں۔لیکن اُن کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے جس شعور،عقل اور وجدان کی ضرورت ہے۔وہ ایک انفرادی رویہ ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعی طرزِ فکر بنتا ہے۔

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
او ر آزادی میں بحر بیکراں ہے زندگی (۲)

اقبال کی وسعت نظر آزادی سے ہمکنار ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔یعنی کہ انسان کی نظر اگر بحر بیکراں پر ہے تو وہ پھیل کر پورے معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔

اپنے صحر ا میں بہت آہو ابھی پوشید ہ ہیں (۳)

مسلم امت جو پوری دنیا میں ایک نقطے کی مانند ٹھہر گئی ہے۔اقبال انسانیت کو پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر معاشرہ بہتر سے بہتر تخلیق پا سکے اور یہ وسعت نظر اور آفاقی طرزِ احساس کے بغیر ممکن نہیں۔اگر ساری اسلامی دنیا پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں یہی کمی محسوس ہوتی ہے کہ مسلم ممالک کی انسانیت میں نہ ہی وسعت نظر ہے اور نہ آفاق گیر طرز احساس۔اقبال کے خیال میں اس وقت دنیا کو حیاتیاتی اعتبار سے زندہ ہونے کی ضرورت ہے۔اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ماضی پر نظر ڈالی جائے۔

موجودہ حالات خاص طور پر مذہبی اور سیاسی قدروں کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جائے کہ انسان بہتر مستقبل کی طرف رواں دواں ہو سکے۔اقبال کہتے ہیں:

"یاد رکھیں !انسان انسان کا باہمی احترام کر کے ہی اس دھرتی پر سلیقے سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔یہ دنیا اس وقت تک خوفناک —درندوں کی آماجگاہ رہے گی جب تک پوری دنیا کی تعلیمی قوتیں انسان میں انسان کے احترام کی روح نہ پھونک دیں——۔۔۔۔۔۔صرف ایک وحدت ہی قابلِ اعتبار ہے اور وہ ہے اُخوتِ انسانی جو نسل، وطنیت،رنگ اور زبان سے ماورا ہے۔" (۴)

دنیامیں جہاں کہیں بھی نورِ بصیرت ہو گی اور اُس نور کو پھیلانے کی لگن۔تب ہی انسانیت کو فروغ مل سکتا ہے اور اسلامی اقدار کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔دراصل اقبال نیا نظامِ عالم چاہتے ہیں جس میں حرکی تصور بنیادی کردار ادا کر تا ہے۔چنانچہ وہ کہتے ہیں:

اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے
بری ہے مستیِ اندیشہ ہائے افلاکی (۵)

زندگی اور زمانے کو جو زندہ رکھتا ہے اقبال کی نظر میں وہ حرکی اور رجائی تصور ہے جس کی بدولت تہذیبی اور فکری ،معروضی اور حکیمانہ جائزہ اقبال کے ہاں بہت ضروری ہے۔اقبال کی فکر کی حیثیت ایک ایسی آفاقی قدر ہے جو رنگ، نسل ، زبان اور جغرافیائی حدود وقیود سے ماوراء ہے۔جسے وہ جہانِ دیگر کا نام دیتے ہیں جو ایقان کے بغیر ممکن نہیں۔خدا کی اس وسیع و عریض کائنات میں آزادانہ اور بے خوف حرکت اسی وقت ممکن ہے جب دوسرے انسانوں کا احترام کیا جائے۔بظاہر انسان کمزور سہی لیکن اس کی ہمت اور سعی سے کائنات کی بقاء ممکن ہے کہ روحِ انسانی سے زیادہ کوئی شے مضبوط ، جذبہ انگیز اور خوبصورت نہیں۔ارتقاء کی منازل صرف انسان کے حصے میں آئیں ہیں۔ارتقائی عمل میں خدا خود اس کا ساتھ دینے چلا آتا ہے۔خیال اور عمل انفرادی اور اجتماعی زندگی کو لازوال بنا سکتے ہیں۔

اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں۔

۔"فرض کیجیے ہم ایک غلط تصور قائم کرتے ہیں۔اس سے اتنا ہی تو ہو گا کہ ہمارافہم گمراہ ہو جائے۔

لیکن ایک ناسزا فعل کے ارتکاب سے تو ہماری ساری ہستی قعر مذلت میں جا گرتی ہے بلکہ اندیشہ

ہوتا ہے کہ ہم شاید اپنی خودی کی دولت بھی کھو بیٹھیں۔'خیال' سے زندگی صرف ایک حد تک

متاثر ہوتی ہے۔ برعکس اس کے 'عمل' کو حقیقت سے ایک حرکت زا نسبت ہے۔" (۶)

عالم نو کے زیرِ عنوان 'ضربِ کلیم' میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیر تقدیر

خواب میں دیکھتا ہے عالم نو کی تصویر

اور جب بانگ اذاں کرتی ہے بیدار اسے

کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر (۷)

اقبال نے سب سے پہلے تہذیب و تمدن کا لفظ 'مخزن' اکتوبر ۱۹۰۴ء میں استعمال کیا۔کیونکہ تمدن اور تہذیب کی بنیاد پر قوموں کی فلاح و بقاء ممکن ہے۔اقبال اپنے ایک مضمون 'قومی زندگی' میں لکھتے ہیں:

"ہمارے زمانے میں ایک اور خاموش قوت ہے جس پر قوموں کی فنا اور بقاء انحصار رکھتی ہے اور جس کے بل پر ایک قوم گھر بیٹھے دوسری قوم کو ہمیشہ کے لیے صفحہ عالم سے حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتی ہے۔ہاتھوں کی لڑائی کا زمانہ گزر چکا، اب دماغوں ، تہذیبوں اور تمدنوں کی ہنگامہ آرائیوں کا وقت ہے اور یہ جنگ ایک ایسی جنگ ہے جس کے زخم زنگاری اور

کافوری مرہم سے ہرگز اچھے نہیں ہو سکتے۔" (۸)

یہاں پر اقبال نے انسانوں کے مابین آزاد مقابلے کی ضرورت پر زور دیا ہے تاکہ تمدن و تہذیب کی اعلیٰ صورتیں پیدا ہو سکیں اور تہذیب و شائستگی اپنے عروج کی طرف آگے بڑھتی جائے۔اقبال کے نزدیک غلاموں اور آقائوں کے حقوق آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔چونکہ مساوی حقوق سے ہی معاشرے میں قانون کی علمبرداری اور اخلاقیات کا راسخ ہونا قرار پاتا ہے۔یہاں تک کہ اقبال مغربی تہذیب کے مثبت پہلوئوں کے ساتھ ہلاکت خیزیوں کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔وہ مسلم تہذیب کے علمبردار ہیں۔

جس کی برکات و ثمرات سے پوری نوعِ انسانی نے درس لیا اور زندہ قوم کہلائی۔اقبال کے تصورِ تہذیب کا مرکزی نقطہ مساوی حقوقِ انسانی ہے۔جس کی بنیاد احترام آدمیت پر رکھی گئی ہے،

'جاوید نامہ' میں آدمیت کو تہذیب کا متبادل قرار دیتے ہیں۔ اقبال اپنی زندگی کے آخری لمحات تک خدا ، انسان اور کائنات کے باہمی رشتوں پر غوروفکر کرتے رہے۔جس کی بنیاد پر اُن کے نظام فکر کو آفاقی اور ابدی کہا جاتا ہے۔اقبال کے نظامِ فکر میں ذاتِ الٰہی کی حیثیت مرکزی ہے اسی کی بنیاد پر وہ روحانیت اور یقین کے علمبردار بنے۔افراد کی بلند نگاہی ، وسیع الظرفی ، ایثار پیشگی ،حرکیت اور تسخیر فطرت کی تڑپ پورے معاشرے کو زندہ کرتی ہے۔ سچی اور زندہ تہذیبیں رنگ، نسل ، جغرافیہ ، زمین کی پیوستگی اور مادہ پرستی سے ماوراء معلوم نامعلوم کی طرف گامزن رہتی ہیں۔نیا زمانہ، نئے صبح و شام ، وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل ، خودی اور خود آگاہی اقبال کے نزدیک زندہ تہذیب کا خاصہ ہیں۔

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا

کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں (۹)

فکری کارناموں کی بنیاد پر اگر عمل بنتا ہے تو یہی زندہ قوم کا وطیرہ ہے۔

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار

ذوق جدت سے ہے ترکیب مزاج روزگار (۱۰)

ایک اور جگہ پر بھی فرماتے ہیں:

بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں (۱۱)

اقبال جدید کے ساتھ ساتھ قدیم کے صحتمندانہ عناصر کو بھی لازمی سمجھتے ہیں۔اُن کے نزدیک مغربی تہذیب روشن چہرے والی ہے مگر چنگیز کا باطن رکھتی ہے۔جو بظاہر چمک دار نظروں کو خیرہ کر دیتی ہے لیکن باطن کو ہلاک کر ڈالتی ہے۔

تہی وحدت سے ہے اندیشہء غرب

کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے (۱۲)

اقبال کے اسلامی تصور ملت میں موجود یہ احساس کارفرما ہے۔ جونسلی امتیازات اور جغرافیائی حد بندیوں سے بالاتر ایک آفاقی تصور ہے۔جس سے احساس وشعور کی فکری راہیں کھلتی ہوئیں اسے انقلاب

کی طرف لے جاتی ہیں۔ نظریہ وطنیت پرستی سے تخریب کاری جنم لیتی اور مادہ پرستی تہذیب کا حصہ بن جاتی ہے۔ کائنات کی تخلیق کے عمل میں انسان خدا کا معاون اور شریک کار ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (۱۳)

قرآن وسنت میں بھی احترامِ آدمیت کی تعلیم جابجا نظر آتی ہے۔ جس کے مطابق تمام انسان بحیثیت انسان قابلِ احترام وتحریم ہیں "جاویدنامہ" کے آخری حصے میں اقبال بڑی وضاحت سے اور موثرانداز میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ رنگ و نسل اور مذہب وملت کی تفریق کے بغیر تمام انسان ایک عالمگیر انسانی برادری میں شامل ہیں۔ کوئی انسان دوسرے سے کمتر یا حقیر نہیں۔

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی (۱۴)

شرف آدم کے قرآنی تصور کے مطابق انسانی شخصیت کے تمام مخفی امکانات کو اُبھارنا اور اسے نیابت الٰہی کے عظیم منصب کا مستحق بنانا اقبال کے فلسفہ خودی کا مرکز ہے۔ انسانی وحدت ومساوات کا درس کلمہ توحید میں بھی موجود ہے۔ آنحضورؐ کے انقلابی پیغام اور عملی اقدام نے ثابت کر دیا کہ بنی آدم بھائی بھائی ہیں۔

ڈاکٹر یوسف حسن خان "اقبال کا تصور حیات" پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دراصل انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے۔ جب تک تمام دنیا کی تعلیمی قوتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرتکز نہ کر دیں۔ یہ دنیا بدستوردرندوں کی بستی بنی رہے گی۔" (۱۵)

اقبال دراصل اہلِ مشرق کے دل میں اعلیٰ انسانی مقاصد کی لگن پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنی کھوئی ہوئی عزت کو حاصل کر سکیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب پرُ خطر زندگی بسر کرنا سیکھیں اور جوکھوں میں پڑیں۔ چنانچہ اس کے لیے وہ عمل کی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں۔

اقبال ایک کامل سوسائٹی کے بلند مقاصد کی تکمیل کرتے نظر آتے ہیں اور زندہ سوسائٹی انسانیت کے احترام کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ایمان اور ایقان کی بدولت ہی سوسائٹی کو انسانیت کے لیے ساز گار ماحول فراہم کیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے ریاستی جبر، مذہبی جبر اور معاشرتی جبر کے ہر انداز کو لائق اِسترداد ٹھہرایا کیونکہ یہ قبیح صورتیں انسانیت کے بنیادی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ اقبال نے قومی و ملی اساسات کو اس انداز میں موضوع سخن بنایاکہ عصری رجحانات کے تقاضے محسوس کیے اور سمجھے جانے لگے۔ اقبال کی آواز دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی آواز بنتی اور اقبال کی شاعری آفاقی صداقتوں کی رہین بن جاتی ہے۔ اقبال نے مقصد، دلچسپی اور دردمندی کو اس طرح یکجا کر دیا کہ ان کی شاعری جہدوعمل کی نقیب بن گئی۔ وہ اسلامی تہذیب سے اپنے افکار کو جلا بخشتے اور آزادی کی نعمت کو اتحاد کا ثمر قرار دیتے نظر آتے ہیں۔

اقبال نے ملت اسلامیہ کو تاریخی حقائق سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں اس بارے میں خبردار کیا کہ قومی یک جہتی کے بغیر تسخیر کائنات ممکن نہیں۔ کیونکہ شعوری حال ایک طرح سے کسی حد تک ماضی سے آگاہی کا نام ہے۔ اقبال نے واضح کیا کہ قومی اندازِ فکر اور ملی سوچ کو پروان چڑھانے کے لیے ریاضت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے قوم کو لادینی عناصر کی سازشوں سے خبردار کیا ساتھ ہی بتایا کہ اقوام عالم کی کامیابی کا راز جدید عصری رجحانات سے آگہی میں ہے۔ جس کی سمجھ بوجھ کے بغیر اقوام خلفشار میں ہوں گی۔ اقبال کا یہی نظریہ ملی وحدت کے تصور کو آگے بڑھاتا ہے۔ انہوں نے اس حقیقت کو کھل کر بیان کیا کہ قومی تشخص کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ان کی وسعت نظر اور خیال وفکر کا پھیلائو ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کی نشان دہی کرتا ہے۔ اگر ہم ان کے افکار کو وسیع تناظر میں دیکھیں تو ان کی سرحدیں آفاقیت کی حدود کو چھو لیتی اور یہ دھرتی سکون و اطمینان میں بدل سکتی ہے۔

ایک عظیم اسلامی مفکر کی حیثیت سے اقبال نے وحدت اسلامی کو اپنے افکار کا محور بنایا۔ افکارِ اقبال کے غائر مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے توحید پر کامل ایمان کو وحدت اسلامی کا موثر ترین وسیلہ قرار دیا جس کا مقصد انسانیت کی فلاح ہے۔ اور اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ دل و نگاہ میں تسلیم کا جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ ایسی سوچ پروان چڑھ سکے جو قومی یکجہتی کی راہ ہموار کرے اور انسان کو ترقی کی

جانب مائل کیا جائے۔علامہ اقبال کی ساری زندگی اُمت مسلمہ اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لیے غوروفکر میں گزری۔اقبال کی شاعری میں اتحاد ملت کا تصور روح کی عظمت کا امین ہے۔قوت متخیلہ اور احساسات کی رفعت کی بدولت عظمت خیال اور شدت جذبات کی وجدانی کیفیت قلب و نظر کو مسحور کر دیتی ہے۔انھوں نے اپنے پیغام کے ذریعہ قوم کو حرکت و عمل کا پیغام دیا۔اقبال نے مسلمانوں کو حریت فکر کا درس دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔اور اسے برقرار رکھنا قومی اتحاد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

موجودہ زمانے میں ہوس نے نوع انساں کو لخت لخت کر دیا ہے۔آج فرد اخوت اور ایثار کے جذبات سے عاری ہوتا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے انسان اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے۔اسی لیے اقبال نے حضور ختم المرسلینؐ کے اسوہ حسنہ کو ملت اسلامیہ کے اتحاد کا اہم وسیلہ قرار دیتے ہوئے اس امر پر زور دیا ہے کہ ملت اسلامیہ کو آج بھی اسے مشعلِ راہ بنانا چاہیے تاکہ صیہونی سازشوں کا قلع قمع ہو سکے اور ملت اپنی اجتماعی کاوشوں سے خوشحالی اور ترقی کے ثمرات سے مستفیض ہو۔

مسلمانوں کے جملہ مصائب کا بنیادی سبب یہ ہے کہ بحیثیت قوم انھوں نے اپنی شناخت پر توجہ نہیں دی اور بتاں رنگ و خوں کے طلسم میں گرفتار ہو کر باہم برسرپیکار ہیں۔مسلمانوں کی اس باہمی آویزش کا نتیجہ نکلا کہ ہر لحاظ سے پسماندگی ان کا مقدر بن گئی۔فرقہ واریت

نے اس انتشار کو مزید ہوا دی۔جبکہ اقبال نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ سیرت پاک کے د رخشاں پہلوئوں کو حرزجاں بنائیں کہ انسانیت کے فلاح کی راہ یہی ہے۔انسانی عظمت کا دارومدار عقل و شعور کو بروئے کار لانے سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اپنے نظام اخلاقیات کی بنیاد شخصیت پر رکھی ہے یہ چیز انھیں کسی ایک فرقے کے نظریات کا اسیر بن کے رہ جانے سے بچا لیتی ہے۔

معاشرے کی تخلیق میں ہر فرد ملت کا ستارہ بنتا ہے۔تب کہیں جا کر اسلام کی بنیاد پر ترقی کے امکانات واضح ہوتے ہیں جس میں ہنگامی اور ابدی کا اِتصال فکرِ اقبال میں نظر آتا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا (۱۶)

حوالہ جات

۱۔ علامہ اقبال، ”کلیات اقبال (اُردو)“، الفیصل پبلشرز، لاہور، س ن، ص۴۷۹

۲۔ ایضاً، ص ۲۰۳

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۴۔ڈاکٹر تحسین فراقی، ”اقبال۔دیدئہ بینائے قوم“، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵، ص۲۰

۵۔ ایضاً، ص۲۳

۶۔ محمد اقبال،” تشکیل جدیدالٰہیات اسلامیہ“،(مترجم) سید نذیر نیازی، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۶، ص ۲۸۵

۷۔ علامہ اقبال، ”کلیات اقبال (اُردو)“،الفیصل پبلشرز، لاہور، س ن، ص ۴۹۰

۸۔ ڈاکٹر تحسین فراقی، ”اقبال۔دیدئہ بینائے قوم“، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵، ص۵۰

۹۔ علامہ اقبال، ”کلیات اقبال (اُردو)“،الفیصل پبلشرز، لاہور، س ن، ص۵۶۳

۱۰۔ ایضاً، ص 118

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۱۲۔ ایضاً، ص۳۷۴

۱۳۔ ایضاً، ص۲۵۷

۱۴۔ ایضاً، ص۲۱۳

۱۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر، ”اقبالیات کے نقوش“، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۹، ص ۱۹

۱۶۔ علامہ اقبال، ”کلیات اقبال (اُردو)“،الفیصل پبلشرز، لاہور، س ن، ص۵۴۱